مولانا محمد ابراہیم فانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

اکیسویں صدی کا آغاز اور عالم اسلام کی زبوں حالی

اکیسویں صدی کی آمد کے ساتھ ہی مختلف اقوام و ملل نے استقبال کی تیاریاں شروع کیں اور اپنے اپنے انداز سے اس نئی صدی میں داخل ہونے کی تدبیریں سوجھی گئیں۔ وہ قومیں جنہوں نے کسی بھی میدان میں ترقی کی اور زندگی کے کسی بھی شعبہ میں اپنی برتری کالوہا منوایا وہ بجا طور پر فخریہ انداز سے اس نئی ہزاری میں پر عزم طریقے سے داخل ہونے کے اہل ہیں۔ مثال کے طور پر یورپی ممالک یا بعض دیگر ایشیائی ممالک جنہوں نے سائنس و ٹیکنالوجی کے شعبہ میں محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے یا اقتصادی و معاشی لحاظ سے مستحکم ہیں اور کسی بھی بین الاقوامی مالیاتی ادارے کے دست نگر نہیں۔ یا دفاعی اعتبار سے بظاہر نا قابل تسخیر ہیں۔ یا علمی میدان میں ان کی شرح خواندگی سو فیصد ہے تو ایسی قومیں اگر سینہ تان کر اکیسویں صدی کا استقبال کریں تو یہ ان کا حق بنتا ہے' چاہے وہ جس مذہب سے وابستہ ہوں یا جس رنگ و نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ مگر اسکے برعکس جب ہم عالم اسلام اور ہر قسم کے وسائل سے مالا مال اسلامی ممالک پر نظر دوڑائیں اور انکے حالات کا ایک سرسری سا جائزہ لیں تو ہمیں سوائے مایوسی کے اور کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا اور نہ مستقبل قریب میں امید کی کوئی ایسی کرن نظر آتی ہے جسکے سہارے ہم زندگی کے چند لمحات اس موہوم سرور پر گزار سکیں۔ اور جس اندرونی کرب و الم کی کیفیت سے ہم دوچار ہیں کچھ دیر کیلئے اس مزعومہ خوشی کے ذریعے دل کو سکون حاصل ہو جائے مگر اے کاش! ؎

کس طرف جاؤں کدھر دیکھوں کسے آواز دوں اے ہجوم نامرادی جی بہت گھبرائے ہے

اور اب تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اکیسویں صدی میں عالم اسلام کی حالت من حیث المجموع بیسویں صدی سے بھی بدتر ہو گی اور ہزارہا تازیانہ ہائے عبرت کھانے کے باوجود بھی ہم پر وہی مدہوشی اور بے حسی کی کیفیت طاری ہے اور ہم نے حالات اور گردوپیش کے واقعات سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ گویا عالم اسلام اب اس مرد بیمار جیسا ہے جو اپنی زندگی سے مایوس ہو کر طبیب اور دوا سے بے نیاز ہو جائے۔ اور ملک الموت کے انتظار میں اپنی حیات مستعار کی گھڑیاں گن رہا ہو۔ چاہیے تو یہ تھا کہ عالم اسلام کے حکمران اصحاب دانش ارباب اقتدار و اختیار اور دوسرے سنجیدہ حضرات اس صورت حال پر غور و خوض

کرتے اور اس بدترین حالت سے نکلنے کی کوئی تدبیر سوچتے۔ موثر مضبوط اور ٹھوس حکمت عملی اختیار کرتے اور اپنی اس پریشان نظری اور زبوں حالی کا ہر طرف اور ہر طرح سے جائزہ لیتے اس کے عوامل اور اسباب تلاش کرتے کہ ہماری پستی کے بنیادی عوامل کیا ہیں یہ عوامل کیونکر پیدا ہوئے۔ اور ان کے تدارک وانسداد کا کیا طریقہ ہوگا اسی طرح دوسرے ترقی یافتہ ممالک سے بھی اپنا موازنہ کرتے کہ یہ ملک مثلاً ہمارے ساتھ ہی آزاد ہوا ہے اس نے زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی کی ہے اور آج یہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے صف اول میں کھڑا ہے۔ انہوں نے آخر کون سا فارمولا استعمال کیا تاکہ ہم بھی اس قسم کی تدابیر اختیار کرکے اپنے ملک اور قوم کو شاہراہ ترقی پر گامزن کرسکیں۔

آج تمام عالم اسلام پر جو سکوت مرگ طاری ہے اور ہر طرف سے مصائب و آلام اور باوجود وافر وسائل حیات کے گوناگوں مسائل کا شکار ہے اس کی وجہ مذہب سے بیزاری دین سے دوری اور اپنے ماضی سے غفلت کے ساتھ ساتھ غلامانہ ذہنیت کی عکاسی ہے آج تمام دنیا میں مسلمان مظلوم ہے خواہ وہ فلسطین میں ہوں کشمیر یا بوسینا اور مقدونیہ یا چیچنیا میں ہوں قبلہ اول پنجہ یہود میں ہے اور سرزمین انبیاء فلسطین پر اسرائیلوں کے ہاتھوں ظلم کے نئے نئے دلخراش اور جگر پاش تجربات ہو رہے ہیں لیکن کسی بھی طرف سے اس بربریت کے خلاف کوئی حوصلہ افزاء اور کوئی خوش کن خبر سننے میں نہیں آرہی۔ امریکہ اتحادی ملکوں اور اقوام متحدہ کے ہاتھوں عراق کا حشر تمام دنیا نے کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اب تک ۲۵ لاکھ سے زائد بچے' مرد' بوڑھے اور جوان ہلاک ہو چکے ہیں اور جو مالی نقصان ہوا ہے وہ تو حساب سے باہر ہے۔ کشمیر کا مسئلہ ۵۴ سال سے معرض التواء میں پڑا ہے بوسنیا میں لاکھوں مسلمان شہید کردیئے گئے کہ اور عین یورپ کے قلب میں چنگیزیت کا احیاء کیا گیا لیکن مہذب دنیا نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا روس نے چیچنیا میں جو مظالم ڈھائے اس کے سامنے ہلاکو خان کی بربریت ماند پڑ گئی۔ افغانستان میں دو ملین سے زیادہ لوگ سوویت یونین کی توسیع پسندی کی بھینٹ چڑھ گئے' سویت یونین اگرچہ اب نقشہ عالم پر نہیں رہا اور وہ اس خریطہ سے حرف غلط کی طرح مٹ چکا ہے مگر اس نے جو کچھ بویا تھا اس کا خمیازہ ابھی تک افغان عوام بھگت رہے ہیں اور اب وہاں شمالی اتحاد کی صورت میں درندگی کا کھیل کھیلا جارہا ہے بہر حال یہ ایک طویل داستان دلخراش ہے۔ جس سے مایوسی ناامیدی اور قنوطیت مزید بڑھ جاتی ہے

ع کہاں تک سنو گے کہاں تک سناؤں

مگر عالم اسلام کے نااہل حکمران امریکہ اور دوسرے ممالک کے اشاروں پر کٹھ پتلیوں کی طرح ناچ رہے ہیں نہ انہیں اپنی خبر نہ قوم وملک کا پتہ' وہ تو بس صرف یہ چاہتے ہیں کہ انکی کرسی مضبوط اور محفوظ ہو چاہے ملک جائے چاہے قوم تباہ حال ہو۔ عالم اسلام بالخصوص دنیائے عرب جو کہ وسائل اور

معدنیات کے لحاظ سے دنیا کا ایک ایسا خطہ ہے جس کی طرف تمام دنیا کی نگاہیں مرکوز ہیں لیکن اس کے تمام وسائل پر امریکہ اور اسکی اتحادی قومیں قابض ہیں اور اسقدر بے دست و پا ہیں کہ بیچارے ظالم یہودیوں کیخلاف قرار داد مذمت پاس کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ انکے ساتھ جہاد کرنا اور لڑنا یہ تو ایک خیال خام ہے اگر یہودی سپاہ اور اتحادی فوج آج ہی چاہیں تو تمام خطہ عرب اپنے قبضہ میں لے سکتے ہیں خدا ایسا نہ کرے اور اللہ ہمیں یہ روز بد نہ دکھائے مگر زمینی حقائق اس طرف بہانگ دہل آوازیں دے رہی ہیں۔ اگر یہ وسائل قدرتی معدنیات اور افرادی قوت کسی اور ملک کے پاس ہوتی تو خدا جانے وہ اس سے کیا کیا فوائد حاصل کرتا مگر شومئی قسمت دیکھئے کہ ان تمام نعمتوں کے باوصف ہماری زبوں حالی قابل رحم ہے۔

ہمارا ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان جو کہ لا الہ الا اللہ کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا۔ تقسیم سے قبل جب مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مملکت بنانے کی تحریک چلی جسے تاریخ میں تحریک پاکستان کے نام سے یاد کی جارہی ہے تو اس وقت مسلمانوں کے سامنے ایک منزل متعین تھی کہ دنیا کے نقشے پر ایک ایسا خطہ ابھرے گا جس میں اسلامی نظام اور قرآنی قانون کا نفاذ ہوگا اسی لئے مسلمانانِ برصغیر دیوانہ وار میدان میں کود پڑے اور جانوں کے نذرانے دے کر یہ ملک حاصل کیا، مگر رفتہ رفتہ وہ عظیم مقصد، جس کے لئے اتنی بڑی جدوجہد کی گئی وہ پس منظر میں چلا گیا اور آج حالت یہ ہے کہ وہ منزل بھی آہستہ آہستہ نظروں سے اوجھل ہو رہی ہے اور نئی نسل کو یہ معلوم تک نہیں کس مقصد کیلئے تقسیم برصغیر عمل میں آئی تھی۔ اسی منزل سے غفلت کی وجہ سے ملک دولخت ہوگیا اور اب بھی اس کے استحکام کے بجائے اسے کمزور کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ البتہ پاکستان کے حوالے سے یہ بات خوش آئند ہے کہ یہ عالم اسلام کا پہلا ملک ہے جو کہ ایٹمی قوت ہے لیکن اس کی یہ قوت ہونا تمام عالم کفر کی آنکھوں کا کانٹا ہے اور پاکستان سے اسکی چھیننے کی سر توڑ کوششیں ہو رہی ہیں لیکن پاکستان کے غیور عوام اس عظیم نعمت کے خود محافظ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے پیٹ پر پتھر رکھ کر پاکستان کو اس مقام پر پہنچایا۔ یوں وہ عالم اسلام کا پہلا ایٹمی ملک بنا مگر افسوس کہ پاکستان کے ارباب اقتدار بھی ایسی سوچ سے عاری نکلے۔ جس میں قوم کی بھلائی ہو ملک کی ترقی اور عوام کی خوشحالی ہو مگر اب حالت یہ ہے کہ ان ناعاقبت اندیش حکمرانوں کی غلط اقتصادی پالیسیوں اور شہ خرچیوں کی وجہ سے ملک کا بچہ بچہ مقروض ہے۔

گو کہ تمام عالم اسلام میں احیائے اسلام کی تحریکیں کام کر رہی ہیں لیکن ان کے مقابلے میں جو حکمران طبقہ ہے وہ ان تحریکات کو کچلنے کی بھرپور اور سر توڑ کوششیں کر رہا ہے جس کے لئے مثال دینے کی ضرورت نہیں یہ تو عالم اسلام کی بے سامانی کا ایک نہایت ہی مجمل نقشہ ہے ہمارے پاس کوئی بھی ایسی معقول دلیل اور محکم ثبوت نہیں جس کو بنیاد بنا کر ہم یہ دعوی کر سکیں کہ ہم اپنے اس کارنامے کے ساتھ

اکیسویں صدی کا استقبال کریں گے کیونکہ عالم اسلام نہ اقتصادی اور معاشی لحاظ سے قابل رشک ہے نہ دفاعی اعتبار سے مضبوط اور نہ سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں اس کی جھولی میں کوئی قابل ذکر شئی موجود ہے لہٰذا اکیسویں صدی اور نئی ہزاری میں داخل ہونے کیلئے ابھی عالم اسلام کو بہت کچھ کرنا ہوگا ورنہ اگر یہی حالت رہی تو پھر ہماری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ تمام عالم اسلام متحد و یک جان ہو کر اپنے اندر جو دشمنان دین وملت اور غداران قوم وملک ہیں ان کا صفایا کریں۔ اپنی اصلاح کیساتھ ساتھ ایسے قوانین (جو کہ اسلامی نظام کے سوا اور نہیں ہو سکتے) وضع کریں جس سے عوام کی اصلاح ممکن ہو اور ان میں جذبہ حریت اور دین وملک سے محبت کا داعیہ پیدا ہو سکے جہاں تک ممکن ہو کفایت شعاری سے کام لیتے ہوئے اپنے ہی وسائل بروئے کار لائیں اور حتی الامکان بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے مقروض نہ بنیں۔ اپنے اپنے ملکوں کے درمیان ایک مربوط نظام ہو جس کے باعث بوقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کر سکیں اقوام متحدہ اور دیگر یہود نواز اور امریکہ پرست بین الاقوامی تنظیموں کے بجائے ان کی الگ ایک موثر انجمن ہو جس کی وساطت سے عالم اسلام اپنے مسائل خود حل کرے ایک مشترکہ فوج ایک مشترکہ کرنسی اور مشترکہ مالیاتی ادارے ہوں تاکہ تمام مسلمان جسد واحد کا ایک عملی نقشہ پیش کر سکیں۔ آپس کے اختلافات باہمی افہام و تفہیم سے طے کریں اسکے بعد انشاء اللہ جو نتیجہ نکلے گا وہ یقیناً بہت حوصلہ افزا ہوگا اور یہ طاغوتی طاقتیں خود بخود نابود ہوں گی اور عالم اسلام جب تک اپنے دین ومذہب تہذیب و تمدن اور اپنے کلچر و ثقافت سے وابستہ رہے گا اتنی ہی اس میں خود اعتمادی پیدا ہوگی اور اس سے مرعوبیت کا واہمہ ختم ہو جائے گا کیونکہ ہمارے اسلام اور ہمارے دین اور شریعت مقدسہ میں وہ سب کچھ موجود ہیں جس پر انسان کی کامیابی و فلاح کا دارومدار ہو۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا ۔۔۔ ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے

الغرض اگر ایمانی قوت سے سرشار ہو کر مسلمان میدان عمل میں اتریں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ خدائی وعدہ وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ظہور پذیر نہ ہو اور ہماری وہ عظمت رفتہ اور پر شکوہ ماضی جس پر ہم بجا طور سے فخر وناز کرتے ہیں واپس نہ لوٹے۔ کیونکہ ہمارا خدا بھی وہی رسول بھی وہی قرآن بھی وہی اور دین بھی وہی۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم مسلمان ہی تمام اقوام عالم میں ذلیل اور رسوا ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم قرون اولیٰ والے مسلمان نہیں رہے اگر اللہ پر ایمان کامل رسول کی اطاعت اور اپنے اندر خود اعتمادی اور جذبہ عمل کارفرما ہو جائے تو وہی فضائے بدر پیدا ہوگی جس کے متعلق علامہ نے فرمایا ہے ۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی